اسلام کا نظریۂ اقتدارِ اعلیٰ

(۲)

از: جناب ڈاکٹر ماجد علی خاں صاحب لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

اوپر کی آیت میں "اِنْ تَنَازَعْتُمْ" کی ضمیر جمع مخاطب سے مراد "اولو الامر" (اہل اختیار) اور تمام افراد امت ہیں[1] "اولوالامر" اسی آیت کے پچھلے حصّہ میں موجود ہے یہ پوری آیت اور اس سے قبل جو آیت اسی موضوع پر ہے اس طرح ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا
الْأَمٰنٰتِ إِلٰىٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ
بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ
إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ
كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ
مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ
فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ذمہ داریاں
اُن کے اہل کو سپرد کرو اور جب لوگوں کے
درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ
کرو، بیشک اللہ تم کو بہت اچھی بات کی
نصیحت کرتا ہے، بیشک اللہ بڑا سننے والا
ہے بڑا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو
اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور
اپنے میں اہل اختیار کی اطاعت کرو پھر
اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز

[1] تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۷۴۔

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء: ۵۸، ۵۹)	میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی خوشتر ہے۔

سید رشید رضا مصری نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی یہی دو آیتیں "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ" الخ اور "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا" حکومتِ اسلامی کی پوری بنیاد کا کام دے سکتی ہیں اور اگر ان کے علاوہ قرآن مجید میں کچھ بھی اس موضوع پر نہ ہوتا تو یہی دو آیتیں بھی کافی تھیں۔ سارے احکام کے استنباط کے لئے "هاتان الآيتان هما اساس الحكومة الاسلامية ولو لم ينزل في القرآن غيرهما لكفتا المسلمين في ذلك اذا هم بنوا جميع الاحكام عليهما"[1] (المنار)

اس موقع پر مندرجہ بالا آیات میں "اُولِی الْاَمْرِ" اور "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" کی تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب حقانی لکھتے ہیں اُولِی الْاَمْرِ سے مراد بعض کہتے ہیں حکام وسلاطین وقضاۃ وغیرہم ہیں کہ جن کو ولایت شرعیہ حاصل ہو۔

شیعہ کہتے ہیں ائمہ عشر مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں صحابہؓ۔ اگر غور کیا جائے تو سب کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس سے مراد اہل علم اور شریعت کے مفتی اور مجتہد ومستنبط ہیں اور یہی قول جابر بن عبداللہؓ ومجاہد وحسن بصری وابوالعالیہ وعطا ابن ابی رباح وابن عباسؓ وامام احمدؒ کا ہے۔ امام مالک وابو حنیفہ وضحاک بھی یہی فرماتے ہیں اور اس کی وجہ جیسا کہ اعلام الموقعین میں حافظ ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ بعد نبی علیہ السلام کے امت محمدیہ میں جو کسی اور کا کہنا مانا جاتا ہے تو صرف اس وقت کہ وہ علم کے موافق حکم دے کتاب وسنت کے بموجب حکم کرے خواہ وہ علما آپ حکم کریں یا ان کے فتوے سے امراء وسلاطین حکم کریں۔ پس جس طرح کے علماء نبی علیہ السلام کے پیرو ہیں اسی طرح ان کے امراء

[1] تفسیر ماجدی ج اص ۱۹۲۔

ہیں۔ اب جو احکام کہ کتاب و سنت میں بصراحت مذکور ہیں ان میں علماء کا قول عامیوں پر ماننا فرض و واجب ہے۔ اس میں شاید کسی کو بھی اختلاف نہ ہو۔ اب رہے وہ احکام و مسائل کہ جو بصراحت کتاب و سنت میں نہ پائے جائیں بلکہ بحکم تفصیلاً لکل شیٔ بطور اسرار مودوعہ بردہ الفاظ میں مستور ہوں اور علماء میں سے جو غوّاص اور مستنبط ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ، اور جن کو مجتہد کہتے ہیں وہ ان مسائل کو استنباط اور اجتہاد کرکے نصوص سے ظاہر کرتے ہیں۔ آیا ان کی ان مسائل میں بھی پیروی غیر مجتہد لوگوں کو چاہیے یا نہیں؟ (اور اس پیروی کو عرف فقہا میں تقلید کہتے ہیں) اہل اسلام میں سے جمہور سلف سے خلف تک ان مسائل میں بھی اتباع کرنا واجب اور ضروری کہتے ہیں ان چند وجوہات سے ....."[1]

مولانا عبدالماجد دریابادی تحریر کرتے ہیں "اولی الامر۔ اولوالامر کون ہیں؟ اس میں اچھی خاصی قیل و قال ہوتی ہے۔ علماء و فقہاء امت بھی مراد لئے گئے ہیں اور امراء و حکام بھی۔ اور بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی مراد لئے جائیں کہ احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یہ دونوں ہوتے ہیں۔ ای الولاة او العلماء (مدارک) روی عن جابر بن عبداللہ وابن عباس روایۃ والحسن وعطاء ومجاھد انھم اولوالفقہ والعلم وعن ابن عباس فی روایۃ والی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انھم امراء السرایا ویجوزان یکونوا جمیعاً مرادین بالآیۃ لان الاسم یتناولھم جمیعاً (جصاص)

اولوالامر خواہ علماء و فقہا ہوں یا امراء و حکام بہرحال ان میں مستقل مطاع ہونے کی صلاحیت ذرا سی بھی نہیں۔ وہ مطاع صرف اس حیثیت سے ہیں کہ احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یا بعض جزئیات میں شرح کرنے والے ہیں۔ اس حد سے آگے ان کی کوئی اطاعت نہیں۔"[2]

[1] تفسیر حقانی ج ۲ ص ۲۷۔ ۲۸ [2] تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۷۳۔

صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف مندرجہ ذیل آیات اشارہ کرتی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ ۵ : ۴۴)	اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (یوسف : ۴۰)	"حکم تو صرف اللہ کا ہی ہے اس نے حکم دیا کہ تم اس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرو۔ یہ ہی صحیح طریقہ (دین) ہے۔"

سیاست شرعیہ میں حکومت (یا عوام) دراصل اللہ کی قانونی حاکمیت کو ہی نافذ کرتی ہے۔ اس لئے ایک اسلامی مملکت میں عوام کی طاقت کو "سیاسی اقتدار اعلیٰ" متصور نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ وہ خود قانونی حاکمیت کی حامل نہیں ہوتی بلکہ "مقتدر حقیقی" کے تفویض کردہ اختیارات کی حامل ہوتی ہے۔ یعنی اس کی مجموعی حیثیت بھی ایک "نائب" یا "خلیفہ" جیسی ہی ہوتی ہے یا ایک ایسے امین (TRUSTEE) کی ہوتی ہے جو مقتدر حقیقی کے ذریعے عطا کی گئی امانت کی نہ صرف حفاظت کرے بلکہ اس کا حق ادا کرنے میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

اسلام میں اطاعت حاکم (و حکومت) کا حکم اور اسکی حدود

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ اصل چیز حکم الٰہی اور اوامر خداوندی ہے اور اس کی اطاعت اصل مقصود ہے۔ امیر و رعیت، ریاست و عوام، حاکم و محکوم سب اس کے یکساں پابند ہیں۔ اسلام کی حکومت میں کسی شخص کو اس اصول سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حکومت کی اطاعت ہر شہری کے لیے ضروری ہے۔

کیوں کہ اسلامی حکومت دراصل احکامات خداوندی، قوانین اسلامی اور اوامر الٰہی کی اطاعت کی طرف بلاتی ہے۔ اس لیے اور صرف اسی لیے اس کی اطاعت ضروری ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو حکومت (حاکم) وقت کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔ تو دوسری طرف اللہ کی نافرمانی میں اسکی اطاعت کو منع بھی کیا ہے اس سلسلہ میں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اطاعنی فقد اطاع اللہ ومَن عَصَانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی وَ انما الإمَام جنة یقاتل من ورائه ویتقی به فان اَمَرَ بتقوَی اللہ وعدل فَاِن له بذٰلك اجر اًوان قال بغیرہ فَاِنّ علیه منه وزرًا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرۃ رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (حاکم یا مقامی سردار) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور واضح ہو کہ امام (حاکم یا خلیفہ) ڈھال کے مانند ہے جس کے پیچھے جنگ کی جاتی ہے اور جس کی نگرانی میں امن عافیت حاصل کی جاتی ہے۔ پس جو حاکم خدا سے ڈر کر اس کے حکم کے موافق حکمرانی کرے اور انصاف سے کام لے اس کو اس کے سبب اجر ملیگا اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا[1]

وَعن اُم الحُصینؓ قالت

حضرت اُم حصین کہتی ہیں رسول اللہ صلی

[1] بخاری، مسلم کذا فی مشکوٰۃ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امر علیکم عبد مجدع یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا۔ (رواہ مسلم)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تمہارے اوپر کسی نکٹے غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ تم پر کتاب اللہ کے موافق حکمرانی کرے تو اس کی اطاعت کرو اور اس کا حکم مانو[1]

وعن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ" (رواہ البخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حاکم کے حکم کو سنو اور اطاعت کرو اور اگرچہ تمہارا حاکم کسی حبشی غلام کو بنایا جائے جس کا انگور کے مانند چھوٹا سا سر ہو[2]

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یومر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ متفق علیہ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حکم سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ حکم پسند آئے جب تک کہ حاکم کسی گناہ کا حکم نہ دے اور جب وہ کسی گناہ کا حکم دے تو مسلمان پر اس کی اطاعت واجب نہیں[3]

وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم لا طاعۃ فی معصیۃ انما الطاعۃ فی المعروف۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نے فرمایا گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت واجب نہیں، اطاعت صرف نیک کاموں میں واجب ہے۔

علماء اسلام کی نظر میں اقتدار اعلیٰ یا فرمانروائی (SOVEREIGNTY) کا مطلب	جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے اسٹیٹ

[1] مسلم کذا فی مشکوٰۃ [2] بخاری کذا فی مشکوٰۃ [3] بخاری و مسلم کذا فی مشکوٰۃ، [4] ایضاً

"ریاست) کی فرمانروائی کا موجودہ تصور رد سو اور اس کے بعد میں آنے والے عوام یا فلاسفہ کے ذہن کی اختراع ہے۔ اسو جہ سے متقدمین مسلم محققین نے اس مسئلے پر کھل کر بحث کی ہی نہیں ہے۔ دراصل مسلم فلاسفہ اور محققین کے یہاں اللہ کے علاوہ دوسرے کی مطلق حاکمیت اور فرمانروائی کا تصور ہی نہیں تھا اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کے حاکم اعلیٰ کو خلیفہ کے نام سے ہی پکارتے رہے۔ بہرحال اس سلسلے میں چند نظائر تحریر کئے جاتے ہیں۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ) نے اپنی معرکۃ الاراء کتاب "کتاب الخراج" جو کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ان سے اپنی رہنمائی کیلئے لکھوائی تھی کے شروع میں خلیفہ ہارون الرشید کو خطاب کیا ہے نیز اس کو بہت کھل کر اس کے فرائض کی طرف متوجہ کیا ہے اور بیباکانہ نصیحتیں کی ہیں۔ وہ ہارون الرشید سے مخاطب ہو کر حضرت عمرؓ کا وہ خطبہ جو انھوں نے خلیفہ ہونے کے بعد دیا تھا تحریر کرتے ہیں خطبہ کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں:۔

وَاِنَّمَا عَلَيْنَا أَن نَّأمُرَكُم بِمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ مِن طَاعَتِهِ وَ اَن نَنهَاكُم عَمَّا نَهَاكُمُ اللّٰهُ عَنهُ مِن مَعصِيَةٍ وَاَن نُقِيمَ اَمرَ اللّٰهِ۔	(حضرت عمرؓ نے فرمایا) یہ ہمارے اوپر (ضروری اور واجب) ہے کہ تم کو اس بات کا حکم دیں جس کا حکم اللہ نے اپنی اطاعت کے لئے دیا اور تم کو اس بات سے روکیں جس سے اللہ نے اپنی نافرمانی (معصیت) کے سلسلے میں روکا ہے اور یہ کہ ہم اللہ کے امر (حکم) کو قائم کریں۔[۱]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ (یا رئیس مملکت اسلامیہ) کا مقصد اوامر الٰہی کو قائم کرنا ہے اسی کے معنی اللہ کے اوامر کا حکم کرنا ہے اور اسی کے منکرات سے لوگوں کو روکنا ہے حاکمیت الٰہی کے سلسلے میں اس سے بڑی اور کیا نظیر ہو سکتی ہے کہ عمرؓ جیسے راشد خلیفہ اس بات کو اپنے خطبہ خلافت میں

[۱] کتاب الخراج ص ۱۳۔

صاف صاف فرما رہے ہیں اور امام ابو یوسف جیسا فقیہ اس کو خلیفہ ہارون الرشید کو لکھ رہے ہیں: عمر فاروق بلکہ صدیق اکبرؓ نے بھی اپنے خطبۂ خلافت میں یہی فرمایا تھا:۔

تب تک کہ میں اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے تاریخ کی تمام مستند کتابوں میں یہ خطبہ دیکھا جا سکتا ہے میں نے اپنی انگریزی کتاب THE PIOUS CALIPHS (خلفائے راشدین) میں بھی اس کو نقل کیا ہے۔ بہرحال اس سے صاف صاف یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خلفائے راشدین اسلامی حکومت میں فرماں روائی اور حاکمیت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہی مانتے تھے۔

قاضی ابی یعلی محمد بن حسین الفراء الحنبلی (م ۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں امام یا خلیفہ (یعنی رئیس مملکت اسلامیہ) کے دس فرائض تحریر کیے ہیں جس میں سب سے پہلا فرض امور دین کی اس اصول پر حفاظت ہے جو اسلاف سے ثابت ہوں وہ تحریر کرتے ہیں:۔

ویلزم الامام من امور الامة	امام کے اوپر قوم (امت) کے امور میں
عشرة اشیاء احدھما:	سے دس چیزیں انجام دینا لازمی ہیں ان
حفظ الدین علی اصول التی	میں سے پہلا یہ ہے کہ دین کی ان اصول
اجمع علیھا سلف الامة	پر حفاظت کی جائے جن پر اسلاف امت
	متفق ہیں[1]

امام ابو الحسن ماوردی (م ۴۵۰ھ) اپنی مشہور سیاسی تصنیف "الاحکام السلطانیہ" کو اقتدار اعلیٰ کی جلالت اور منزلت عامہ کے ذکر سے شروع کرتے ہیں[2] اس طرح ابن تیمیہ نے بھی اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیۃ کی ابتدا خداوند بلند و برتر کے اقتدار اور غلبہ عام کے ذکر سے کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ) اس بیان میں کہ رعایا پر خلیفہ کی اطاعت لازم ہے" تحریر کرتے ہیں۔ "مصالح اسلام کے متعلق خلیفہ جو کچھ حکم فرمائے اور (نیز اس کا جو حکم) شریعت کے مخالف نہ ہو

---

[1] الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۲۷۔ [2] الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۔

(اس کی بجا آوری) مسلمانوں پر لازم ہے خواہ خلیفہ عادل ہو یا ظالم اور اگر لوگ مذہب کے فروعات میں مختلف ہوں اور خلیفہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو اجتہادی ہے اور کتاب اور سنت مشہورہ اور اجماع سلف کے مخالف نہیں ہے اور (نیز) اس قیاس جلی کے مخالف نہیں ہے جو واضح الثبوت اصل پر مبنی ہے تو خلیفہ کی اس بات کو سننا اور اس کے حکم کے موافق چلنا لازم ہے اگرچہ (خلیفہ) کا یہ حکم اس شخص کے مذہب (یعنی فقہی مسلک) کے موافق نہ ہو جس کا خلیفہ نے حکم دیا ہے ...... (لیکن) اگر خلیفہ سے کوئی ظلم صریح صادر ہو یا خلیفہ شرع کے برخلاف کوئی حکم کرے اور اس مسئلہ میں شارع (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے کوئی برہان ہمارے پاس موجود ہو تو خلیفہ کے اس ظلم کو اپنے سے دفع کرنے کے لئے مستعد ہونا اور خلیفہ کی اطاعت ترک کر دینا جائز ہے (اور ان دونوں صورت میں جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرے) اس کی ایذا دہی کے لیے جو لوگ سلطان کا ساتھ دیں گے وہ گنہگار ہوں گے[1]

حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سیاست شرعیہ میں حاکمیت اور فرمانروائی کسی شخص یا جماعت یا ریاست کی نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔

"ان امور کا بیان جو خلیفہ پر واجب ہیں از قسم اجرائی مصالح اہل اسلام" کے تحت شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

اس مسئلہ کی اصل ہے خلافت کے معنی میں غور کرنا اور دین قائم رکھنے کے مقدمات کا جاننا یعنی جن کے بغیر دین کی اقامت متصور نہیں ہو سکتی اور دین کے کامل کرنے والے امور کا جاننا جن کے بغیر دین کامل طور پر تحقق پذیر نہیں ہو سکتا (ان باتوں کو پیش نظر رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ) خلیفہ پر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح محفوظ رکھنا واجب ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مستفیضہ سے ثابت ہو اور سلف صالحین کا اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہو ......[2] (باقی آئندہ)

---

[1] ازالۃ الخلفاء عن خلافۃ الخلفاء ج ا مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۹۰۔ [2] ایضاً ص ۱۸۔